نوادر اقبال

تحقیق و تعارف
جعفر بلوچ

مکتوب بنام مدیر زمیندار

ذیل کا مکتوب حضرت علامہ اقبال نے مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر 'زمیندار' کو لکھا تھا۔ اس خط میں جسٹس محمد شاہ دین ہمایوں (۱۸۶۸ء ۔ ۱۹۱۸ء) کی ایک نظم بعنوان "عدن" تحسین آمیز کلمات کے ساتھ مدیر زمیندار کو اشاعت کی غرض سے بھجوائی گئی تھی۔ ہمایوں کا مجموعہ کلام 'جذبات ہمایوں' کے نام سے چھپ چکا ہے۔ ان کے بیٹے میاں بشیر احمد نے اپنے والد محترم کی یادگار کے طور پر ۱۹۲۲ء میں مشہور ادبی ماہنامہ 'ہمایوں' جاری کیا تھا جو ۱۹۵۷ء تک نکلتا رہا۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب 'زمیندار'

عدن کے عنوان سے جناب قبلہ آنریبل مولوی جسٹس شاہ دین صاحب جج عدالت عالیہ پنجاب کی ایک نظم جو نہایت معنی خیز ہے' اتفاق سے میرے ہاتھ آگئی ہے۔ یہ نظم جس کو اشاعت کے لیے آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں ' مولوی صاحب موصوف نے ۱۵ اگست ۱۹۱۲ء کے روز لکھی تھی جب کہ وہ ولایت تشریف لے جا رہے تھے۔ عدن دیکھ کر ان کے قلب میں ان تمام روایات کی یاد تازہ ہو گئی جو اس سرزمین کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان اشعار میں ایک نہایت دلفریب طریق میں انھوں نے ان تاثرات کا اظہار کیا ہے جو ہر مسلمان کے دل میں خوابیدہ یا بیدار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ نظم نہایت دل چسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

محمد اقبال

عدن

نہیں گو لائق توصیف منظر اے عدن تیرا
مگر تو ہے عرب میں اور یہی ہے بانکپن تیرا
مسلماں کی نظر میں پھول ہے خار چمن تیرا
زباں شیریں تری ' مرغوب انداز سخن تیرا

پہاڑوں میں ترے غار حرا کا راز پنہاں ہے
کہاں وہ باب عالی ہے کہ تو اک جس کا درباں ہے

وہ دن ہیں یاد تجھ کو جب عجب دنیا کی حالت تھی
ہر اک قوم اور ملت غرق دریائے جہالت تھی
مشائخ میں حسد تھا اور قبیلوں میں عداوت تھی
عرب کی سرزمیں سب تشنہ آب اخوت تھی

یکایک جانب بطحا سے اٹھا ابر رحمت کا
ہرا کشت جہاں کو کر گیا دریا رسالت کا

صداقت ہو گئی عریاں کہ دنیا اس کو پہچانے
نہ بت خانے رہے باقی نہ بت خانوں کے افسانے
مہذب بن گئے علم و عمل سے تھے جو بیگانے
ہوئے ہم رشتہ پھر بکھری ہوئی تسبیح کے دانے

بنی آدم بنا انساں جہاں میں انقلاب آیا
سوال اولین کا عرش اعظم سے جواب آیا

مگر افسوس فصل گل کا انجام آ گیا جلدی
مہ اسلام پر ابر تنزل چھا گیا جلدی
وہ مذہب قوم یخ بستہ کو جو گرما گیا جلدی

برنگ نور آیا بن کے پھر سایا ۔ گیا جلدی

چمک کر چھپ گئی بجلی جہاں کی آنکھ حیراں ہے
جو تھا باغ ارم وہ آج اک اجڑا بیاباں ہے

عدن پھر تجھ میں آبادی کے آثار اب نمایاں ہیں
پھرے دن ان کے بھی اسلام کے جو خانہ ویراں ہیں
پڑے ہر سو نظر آتے جو کچھ تنکے پریشاں ہیں
عجب کیا خوش نما سے اک نشیمن کے یہ ساماں ہیں

الٰہی اس چمن میں پھر بہار آئے عجب کیا ہے
نکل کر گرد سے اک شہسوار آئے عجب کیا ہے

(زمیندار ۔ ۲۹ ۔ نومبر ۱۹۱۲ء)

اقبال کے دو محذوف اشعار

جنگ عظیم اول کے بعد استعمار کوش اتحادیوں (برطانیہ' فرانس' روس) نے ترکی کے حصے بخرے کر کے اور خلافت عثمانیہ کو سازشوں سے ختم کر کے متعدد اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا تھا ۔ دنیائے اسلام شدید کرب و اضطراب سے دو چار تھی ۔ انہی دنوں برعظیم میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا ۔ حضرت علامہ اقبال ان دنوں بظاہر خاموش تھے ۔ جناب محمد حسین عرشی امرتسری' مولانا ظفر علی خان اور حکیم ظفرائی امرتسری کے اصرار اور مخدوم تحریک پر حضرت علامہ نے بیجھے اشعار کی ایک غزل کہی جو یکم جون ۱۹۲۰ء کو روزنامہ زمیندار میں شائع ہوئی ۔ ان اشعار کا عنوان تھا "ہندوستان کی تحریر ۔ رسول اللہ کے دربار میں اقبال کے ہاتھ سے" اشعار درج ذیل ہیں :

شعلہ در آغوش دارد عشق بے پروائے من
بر نخیزد یک شرار از حکمت نازائے من
چوں تمام افتد سراپا ناز می گردد نیاز
قیس را لیلیٰ ہمی نامند در صحرائے من

تا دم گرم ز تاب ایں چمن افزوں ترست
نغمہ شوقم بخود می پیچد اندر نائے من

ملک (؟) را از جرعہ باز آتشے در گیر کن
ساقی من جام من ' مینائے من صہبائے من

تیغ لا در پنجہ این کافر دیرینہ دہ
باز بنگر در جہاں ہنگامہ الائے من

بہر ولیتر تو از ہندوستان آوردہ ام
سجدہ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من

اب یہ غزل ترمیم و اضافہ کے ساتھ "پیام مشرق" میں شامل ہے لیکن غزل کا تیسرا اور چوتھا شعر (یعنی تا دم گرم ---- الخ اور ملک را از جرعہ ------ الخ) پیام مشرق کی ترتیب کے وقت حذف کر دیے گئے تھے اور اب یہ تبرکات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مکتوب بنام پروفیسر فضل حق

ذیل کا خط حضرت علامہ اقبال نے ۲۱ جولائی ۱۹۲۳ء کو خان صاحب پروفیسر قاضی فضل حق کے نام تحریر کیا تھا۔ اس خط کی فوٹو سٹیٹ نقل ہمیں خاں صاحب کے پوتے جناب رجل حق محمود کے توسط سے دستیاب ہوئی ہے۔ موصوف اس عنایت پر اہل ادب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

خان صاحب پروفیسر قاضی فضل حق موضع حاجی والا ضلع گجرات (پنجاب) میں ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ جلال پور جٹاں سے میٹرک کیا۔ ۱۹۰۹ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے اور ۱۹۱۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (عربی) کا امتحان پاس کیا۔ عربی میں امتیازی حیثیت سے ایم اے کرنے پر آپ کو میکلوڈ عریبک ریسرچ سکالر شپ ملا اور آپ اس مضمون میں مزید تعلیم و تحقیق کے لیے ریسرچ ایسوسی ایٹ کے طور پر ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے۔ وہاں جرمن پروفیسر ڈاکٹر جوزف ہوررووٹز (Dr. Juzeph Horovitz) آپ کے نگران تھے۔ جولائی ۱۹۱۳ء میں آپ نے پی۔ ای۔ ایس کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج راجشاہی (بنگال) میں عربی اور فارسی کے لیکچرر مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۹۱۳ء میں آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں فارسی کے پہلے مستقل لیکچرر مقرر کیے گئے اور ترقی کرتے کرتے سینئر پروفیسر اور صدر شعبہ بنے۔ یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو ہند کی مرکزی حکومت نے آپ کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو خان صاحب کا خطاب دیا۔ خان صاحب باون برس کی عمر میں ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کو بعارضہ نمونیہ فوت ہوئے اور اپنے آبائی گاؤں میں سپرد خاک کیے گئے۔

خاں صاحب پروفیسر قاضی فضل حق نے فارسی اور پنجابی زبان و ادب پر گراں قدر تحقیق و تنقیدی کام کیا ہے ۔ مڈل میٹرک اور ایف اے کے لیے آپ نے تدریسی کتابیں بھی مرتب فرمائیں جو اپنے حسن انتخاب و ترتیب اور افادیت کے باعث بہت مقبول ہوئیں ۔ آپ کی اہم مطبوعہ تصانیف میں سرگزشت مرد حسس (مرتبہ) چٹھیاں دی وار (مرتبہ) اور سخن وران ایران (تنقید و تحقیق) خصوصاً قابل ذکر ہیں ۔ (مزید معلومات کے لیے دیکھیں گورنمنٹ کالج لاہور کا علمی و ادبی مجلہ راوی ۔ بابت ۱۹۸۵ء) حضرت علامہ اقبال سے خان صاحب کے دوستانہ مراسم تھے ۔ بی اے اور ایم اے (فارسی) کے امتحانی پرچوں کو مرتب کرنے اور جانچنے میں حضرت علامہ اور خان صاحب اکثر شریک کار ہوا کرتے تھے ۔ مکتوب ذیل بھی اسی سلسلہ مراسم میں لکھا گیا ۔ اصل خط بہت خستہ اور شکستہ حالت میں ہے ۔ بعض الفاظ قیاساً پڑھے گئے ۔

Dr. Sir Mohd Iqbal
M.A. Ph.D L.L.D
Barrister - at - Law

Lahore
Dated
21st July 1924

Dear Qazi Sahib

I am sending You script of paper vi (M.A - Persian). If You agree with me please sign all the papers and send them directly to the university (under) registered and insured cover please also transcribe a copy for the ------ to the rules made and enforced this year.

Yours Sincerely

Mohammed Iqbal

Lahore

علامہ اقبال کی ایک تقریر (بسلسلہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی)

کشمیر اور اس کے معاملات و مسائل سے حضرت علامہ اقبال کو شروع ہی سے دلچسپی تھی۔ بیسویں صدی کے عشرہ ء اول میں لاہور آل انڈیا کشمیر کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کانفرنس کے غیر موثر ہو جانے پر شملہ میں ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی گئی تھی جس کے بارے میں حضرت علامہ کا پہلے یہ خیال تھا کہ یہ عارضی اور ہنگامی طور پر قائم کی گئی ہے۔ اس کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود تھے۔ کمیٹی کے بعض ارکان کے مطالبہ پر کمیٹی کے نئے انتخابات کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ مرزا بشیر الدین محمود مستعفی ہو گئے اور عارضی طور پر حضرت علامہ اقبال کو اس کمیٹی کا صدر اور ملک برکت علی کو سکریٹری بنایا گیا۔ اس کمیٹی کے آئین و ضوابط کی تشکیل کے لیے محمڈن ہال میں ایک جلسہ کیا گیا۔ لیکن اس جلسہ میں مرزائیوں نے نامطبوع رویہ اختیار کیا جس سے یہ تاثر ابھرتا تھا کہ قادیانی حضرات اپنی مذہبی اور سیاسی اغراض کے لیے کمیٹی کے اندر قادیانی حلقہ کی ایک اور کمیٹی بنانا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت علامہ نے اس کمیٹی سے استعفی دے دیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی تشکیل کے لیے عام جلسہ منعقد کریں۔ چنانچہ ۲۔ جولائی ۱۹۳۳ء کو رات کے نو بجے باغ بیرون دہلی دروازہ میں مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ میاں عبدالعزیز صدر بلدیہ لاہور کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حضرت علامہ اقبال کے علاوہ مولانا ظفر علی خان، ملک برکت علی اور صدر جلسہ نے تقاریر کیں اور ایک نئی آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی گئی جس میں مرزائیوں کو شامل نہ کیا گیا۔ اس جلسہ کی مفصل کارروائی روز نامہ زمیندار لاہور بابت ۱۰۔ جولائی ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

علامہ اقبال کی تقریر

علامہ اقبال نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے اسباب و علل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں ایک بیان اخبارات میں شائع کرا چکا ہوں اور بعض اخبارات نے میرے اس بیان پر تنقید کی ہے مرزا بشیر الدین محمود کی طرف سے بھی میرے اس بیان کا جواب دیا گیا ہے۔ جواب الجواب کے لیے میں اخبار کے صفحات کے بجائے اس جلسہ کو ترجیح دیتا ہوں جو میرے مشورہ کے مطابق مسلمانان لاہور نے منعقد کیا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا کہ مسلمانوں میں ابھی سیاسی زندگی کا آغاز ہے اس لیے ضروری ہے جمہور اسلام ہر معاملہ پر اچھی طرح غور کریں اور ان کے سامنے تمام مسائل پر پوری روشنی ڈالی جائے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ذاتی اختلافات مٹا کر ایک ہو جائیں اور سیاسیات حاضرہ کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے لیے مفید راہ تلاش کریں۔

آپ نے کہا کہ پچیس تیس سال ہوئے جب لاہور میں آل انڈیا کشمیر کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی تھی ۔ اور اس کانفرنس میں صرف اہل خطہ حضرات اور کشمیری قومیت رکھنے والے شامل ہو سکتے تھے ۔ میں نے اس وقت بھی اس امر سے اختلاف کا اظہار کیا تھا اور میری رائے تھی کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی جائے جس میں ہندوستان کے وہ تمام افراد شامل ہو سکیں جو اہل کشمیر سے ہمدردی رکھتے ہوں ۔ چنانچہ میں اس کانفرنس میں شامل نہیں ہوا ۔ اس کانفرنس نے کشمیر کے مسلمان لڑکوں کو تعلیم سے بہرہ ور کرنے کی کوشش کی لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو ریاست میں ملازمتیں نہ ملیں ۔ چنانچہ وہاں اضطراب پیدا ہوا اور زبردست تحریک شروع ہو گئی ۔ اس تحریک کے جاری کرنے کا الزام میرے اور سر محمد شفیع مرحوم کے سر تھوپا گیا ۔ ان دنوں میں شملہ میں تھا ۔ وہاں پر ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی ۔ چونکہ عام طور پر خیال تھا کہ اس کمیٹی کی ضرورت چند روز کے لیے عارضی طور پر ہو گی ' اس لیے اس کا کوئی آئین یا ضابطہ نہ بنایا گیا اور اس کے صدر مرزا بشیر الدین محمود مقرر ہوئے ۔ کشمیر کے اندرونی حالات کے تغیر کے طول پکڑ جانے کے باعث اس کمیٹی کے کام کو جاری رکھنا ضروری ہے ۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تین چار سال تک یہ حالات درست نہ ہو سکیں گے اور کشمیر کمیٹی کو زندہ رکھنے کی ضرورت باقی رہے گی۔

قادیانیوں کی ضرورت

شملہ میں قائم ہونے والی عارضی کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود تھے جن سے کمیٹی کے بعض ارکان کو اختلاف پیدا ہوا ۔ اور تجویز کی گئی کہ نئے انتخابات عمل میں لائے جائیں ۔ مرزا صاحب نے استعفیٰ دے دیا اور کمیٹی نے عارضی طور پر مجھے صدر اور ملک برکت علی کو سیکرٹری مقرر کر دیا تھا کہ کمیٹی کے ضوابط مرتب کر کے عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں لایا جائے ۔ اس کے بعد موزن ہال میں ایک جلسہ ہوا ۔ جس میں کمیٹی کے ضوابط کا آئین پیش کیا گیا ۔ اس موقع پر علامہ اقبال نے اس جلسہ کی داستان سنائی اور حاضرین کو بتایا کہ اس جلسہ میں قادیانی ممبروں نے اس قسم کی ترمیمیں پیش کرنی شروع کر دی تھیں جن کا مقصد میں یہ سمجھا کہ یہ لوگ کمیٹی کے اندر قادیانی حلقہ کی ایک اور کمیٹی بنانا چاہتے ہیں جس سے کام خوش اسلوبی سے نہیں ہو سکے گا ۔ چنانچہ میں نے جلسہ کا رنگ دیکھ کر اپنی رائے ظاہر کر دی اور زبانی طور پر استعفیٰ پیش کر دیا ۔ دو دن کے بعد میں نے اخبارات کو بیان دیا اور عامۃ المسلمین سے اپیل کی کہ وہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی تشکیل کے لیے عام جلسہ منعقد کریں ۔

علامہ اقبال نے فرمایا کہ مجھے سیاسی کمیٹیوں میں قادیانیوں کی شمولیت پر مذہبی حیثیت سے کوئی اعتراض نہیں اگرچہ میں ان کے عقائد کو غلط سمجھتا ہوں لیکن کشمیر کمیٹی کے واقعات نے یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ قادیانی کسی غیر قادیانی انجمن میں پوری وفاداری کے ساتھ کام نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہر جگہ اس ذہن کے ساتھ جاتے ہیں کہ ان پر اپنے امام کی اطاعت جسے وہ نبوت کے سلسلہ سے تعبیر کرتے ہیں ' ہر شے پر مقدم ہے ۔ مرزا صاحب کی طرف سے میرے اس اعتراض پر جو جواب شائع ہوا ہے اس میں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا گیا ۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ بعض دوسری اسلامی انجمنوں میں بعض

قادیانی کام کر رہے ہیں ۔ لیکن میرا جواب یہ ہے کہ ان انجمنوں میں ابھی تک ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے قادیانیوں کی وفاداری کا امتحان ہو سکتا ۔ علامہ سر محمد اقبال نے مرزا بشیرالدین محمود کے اس بیان کی تکذیب کی کہ مسلم کانفرنس میں ان کے برابر کسی نے چندہ نہیں دیا ۔ جس کی تعداد تین ہزار روپیہ تھی ۔ علامہ موصوف نے فرمایا کہ (میں) آل انڈیا مسلم کانفرنس کے صدر کی حیثیت میں اعلان کر سکتا ہوں کہ بعض مخیر مسلمانوں نے بیک وقت آٹھ آٹھ ہزار روپیہ کی رقمیں مسلم کانفرنس کو دی ہیں ۔ قادیانیوں کا دعوی غلط ہے ۔

کمیٹی کی تشکیل کا مسئلہ

علامہ اقبال نے کہا کہ اب یہ معاملہ محمڈن ہال سے نکل کر آپ کے سامنے آ گیا ہے اور سوال یہ ہے کہ آیا کشمیر کمیٹی کی ہیئت ترکیبی وہی رہے جو پہلے تھی یا اسے بدل دیا جائے ۔ (اولین کشمیر کمیٹی کا کوئی وجود ہی نہیں ۔ اگر ہے تو وہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں) ۔ علامہ اقبال نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں مولانا غلام بھیک نیرنگ کی تجویز سے حاضرین کو آگاہ کیا کہ کشمیر کمیٹی کی جگہ ایک آل انڈیا مسلم سٹیٹ ڈیفنس کمیٹی بنائی جائے جو تمام ریاستوں میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام اپنے ذمہ لے ۔

حالی میموریل فنڈ کے لیے اپیل

۲۶ ۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو مولانا الطاف حسین حالی کی صد سالہ سالگرہ پانی پت میں منائی گئی تھی ۔ حضرت علامہ اقبال اس تقریب میں شرکت کی غرض سے پانی پت تشریف لے گئے تھے اور وہاں انھوں نے نواب حمید اللہ خان آف بھوپال کی صدارت میں اپنا وہ مشہور قطعہ پڑھا تھا جس کے آخری دو شعر یہ ہیں :

طواف مرقد حالی سزد ارباب معنی را
نوائے او بجان ہا فگند شورے کہ من دانم
بیا تا فقر و شاہی در حضور او بہم سازیم
تو بر خاکش گہر افشان و من برگ گل افشانم

اسی جشن سالگرہ کے سلسلہ میں بعض اکابر ملک و ملت کی طرف سے ذیل کی اپیل بعنوان " زندہ دل محبان ملک و ملت کی خدمت میں اپیل " ۲۳ ستمبر ۱۹۳۵ء کو جاری کی گئی تھی ۔ اس اپیل کا مقصد حالی میموریل فنڈ کو مالی طور پر زیادہ مستحکم کرنا تھا ۔ اس اپیل پر دیگر زعما کے ساتھ حضرت علامہ اقبال نے بھی دستخط فرمائے تھے ۔

زندہ دل محبان ملک و ملت کی خدمت میں اپیل

آپ کو معلوم ہو گا کہ ۲۶ ـ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو پانی پت میں مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی صد سالہ سالگرہ کا جشن منعقد ہو رہا ہے ۔ حالی مرحوم ان بزرگوں میں سے تھے جن کی ذات انفرادیت کے گرداب سے نکل کر حیات قومی کے محیط بیکراں میں اس طرح گھل مل جاتی ہے کہ جب تک ان کی قوم زندہ رہتی ہے ' وہ بھی زندہ رہتے ہیں ۔ خدا کے فضل سے حالی کی قوم زندہ ہے اور زندہ رہے گی ۔ وہ آج اپنے شاعر کی صد سالہ سالگرہ منا رہی ہے اور ہر سو سال کے بعد اسی طرح مناتی رہے گی ۔ انشاء اللہ الحی القیوم

حالی ملت کا دل اور ملک کی زبان تھا ۔ امید و بیم کی لہریں جو قلب ملت کی گہرائیوں میں پیدا ہوئیں ' حالی کے دل میں مدو جزر بن کر اٹھیں اور دیس کا ترانہ جو ملک کے لبوں تک آ کر رہ جاتا تھا' حالی کی زبان سے حب وطن بن کر نکلا ۔ حالی کی یاد اصل میں اس انقلاب کی یاد ہے ' جو قوم کے مزاج اور ملک کے مذاق میں پچھلی صدی کے آخر میں پیدا ہوا ۔ جشن حالی' ملک اور قوم کی بیداری کا جشن ہے ۔

حالی ' سرسید مرحوم کا دست و بازو تھا جنھوں نے قومی تعلیم کے ذریعہ اصلاح و ترقی کی بنیاد ڈالی اور اس بنیاد پر ایک رفیع الشان عمارت کھڑی کر دی ۔ تعلیمی کانفرنسوں میں جہاں سرسید کی بارعب آواز گونجتی تھی اور ہماری سوئی ہوئی عقلوں کو جھنجوڑ کر بیدار کر دیتی تھی ' وہاں حالی کی پر سوز آواز بھی نکلتی تھی اور ہمارے بجھے ہوئے دلوں میں آگ لگا دیتی تھی ۔ قومی تعلیم میں جب تک سرسید کا ڈنکا بجتا ہے ' حالی کا سکہ بھی چلتا رہے گا ۔

جو تعلق حالی کو قومی تعلیم سے تھا' اسے دیکھتے ہوئے ' جشن حالی کی صدارت کے لیے قومی تعلیم کے گل سر سبد ہزہائنیس فرماں روائے بھوپال خلد اللہ کا انتخاب قوم کے حسن انتخاب اور خوش نصیبی کی دلیل ہے ۔ ہزہائنیس کو ان کی مادر مہربان علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ جنت مکانی نے رئیسوں کے مدرسے میں تعلیم دلانے کی بجائے سب سے بڑی قومی تعلیم گاہ میں بھیجا جہاں سے وہ سچے سردار قوم اور محب وطن بن کر نکلے ۔ ہزہائنیس کا منتظمین جشن حالی کی درخواست کو شرف قبول بخشنا اور اس جشن کی صدارت قبول فرمانا اتنا بڑا احسان ہے جس کا شکریہ ساری قوم کو مل کر (ادا ـ جعفر) کرنا چاہئے ۔

ہم کل محبان ملک و ملت اور حامیان علم و تعلیم سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ جشن حالی کو کامیاب بنانے کے لیے کوئی امکانی کوشش اٹھا نہ رکھیں ۔ ہمیں امید ہے کہ ملک کے ہر گوشہ سے ارباب ذوق پانی پت تشریف لا کر ۲۶ ـ ۲۷ اکتوبر کو جشن حالی میں شریک ہوں گے اور ملک کی کل انجمنیں اور تعلیم گاہیں اپنے اپنے نمائندوں کو اس مبارک تقریب میں شرکت کے لیے بھیجیں گی ۔

ہم اس موقع پر اہل ہمت کو حالی میموریل فنڈ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو بیس سال سے حالی مرحوم کے وطن پانی پت میں نہایت قابل قدر علمی اور تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کی نگرانی میں حالی مرحوم ہی کا قائم کیا ہوا ایک ہائی اسکول اور متعدد ابتدائی مدارس اور ایک علمی رسالہ اور ایک کتب خانہ چل رہا ہے۔ زندہ دل اہل ملک سے یہ توقع ہے کہ وہ اس موقع پر حالی میموریل فنڈ کے لیے اتنا سرمایہ فراہم کر دیں گے کہ وہ آئے دن کی مالی پریشانیوں سے نجات پا کر اپنا کام اطمینان سے انجام دے سکے۔ ہم تمام قومی اخباروں سے اپیل کرتے ہیں کہ اپنے ناظرین کو جشن حالی کی شرکت اور حالی میموریل فنڈ کی امداد پر آمادہ کر کے حب قومی کا ثبوت دیں۔ جشن میں شرکت کی اطلاع اور میموریل فنڈ کا چندہ خواجہ سجاد حسین صاحب بی۔ اے سابق انسپکٹر مدارس و آنریری سیکرٹری حالی میموریل ایسوسی ایشن و سیکرٹری استقبالیہ کمیٹی حالی سینٹنری پانی پت کے پتے سے بھیجنا چاہیے۔

الملتمسین

(نواب صدر یار جنگ بہادر) محمد حبیب الرحمان (خان شروانی)' (مولانا خواجہ) حسن نظامی (ڈاکٹر) ذاکر حسین خان (پرنسپل جامعہ ملیہ)۔ (علامہ ڈاکٹر سر) محمد اقبال' (علامہ) عبداللہ یوسف علی' (کرنل سر پنڈت) کیلاش نرائن ہکسر (پولیٹیکل ممبر کونسل۔ گوالیار)۔ (مولانا سید) سلیمان ندوی' (ڈاکٹر) مختار احمد انصاری (آنریبل خان بہادر صاحبزادہ نواب سر) عبدالقیوم خان' (ڈاکٹر) ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) (بریگیڈیر) سی۔ ایس۔ ٹیوٹ' (صاحب بہادر شملہ)۔ (محترمہ) بیگم شاہنواز (صاحبہ)۔ (مولوی) عبدالحق (صاحب بی اے۔ علیگ۔ سیکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد) (ڈاکٹر سر) سید راس مسعود (وزیر تعلیمات گورنمنٹ بھوپال)۔ (مسٹر) ہالنس (صاحب بہادر۔ ڈائرکٹر جنرل محکمہ پولیس گورنمنٹ)۔ ہزایگزالٹیڈ ہائی نس حضور نظام خلد اللہ ملکہ' حیدر آباد دکن) (نواب حیدر نواز جنگ بہادر سر)۔ محمد اکبر نذر علی حیدری (حیدر آباد دکن) سجاد حسین آنریری سیکرٹری۔ حالی مسلم ہائی سکول پانی پت)

پانی پت

۲۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

(روزنامہ شمس۔ ملتان بابت ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۲)

Dr. Sir Muhammad Iqbal [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] July 1936

[illegible]

[illegible] I am [illegible] all [illegible]

[illegible]

[illegible]

Please [illegible]

[illegible]

[illegible]

Muhammad Iqbal

[illegible]

Letter of Dr. Sir Iqbal still not published

ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تالیف

جسے بجا طور پر سلسلہ اقبالیات میں "بقامتِ کہتر و لے بقیمتِ بہتر" کی مصداقِ کامل

قرار دیا جا سکتا ہے

علامہ اقبال اور ہم

جو کئی سال سے آؤٹ آف پرنٹ تھی،

اب اس کتاب کا نیا نظرثانی و اضافہ شدہ ایڈیشن نئی آب و تاب کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آ چکا ہے، جس میں مندرجہ ذیل نئے مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے :

- فکرِ اقبال کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ کا جائزہ اور ہماری ذمہ داریاں

از قلم : ڈاکٹر اسرار احمد

- حیات و سیرتِ اقبال
- فلسفۂ اقبال
- ملتِ اسلامیہ کے نام علامہ اقبال کا پیغام

از قلم : پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم

- اقبال اور قرآن، از قلم : سید نذیر نیازی

عمدہ کتابت، دیدہ زیب طباعت، صفحات ۱۴۴

قیمت : اشاعت خاص (سفید کاغذ، پائیدار و خوبصورت جلد) ۲۷ روپے

اشاعت عام (نیوز پیپر ایڈیشن) ۳۰ روپے

شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن